کراچی: پولیس میں اصلاحات کے موضوع پر جہان پاکستان فورم منعقد کیا گیا جس میں قیصر محمود، اسد اقبال بٹ، ڈی آئی جی ایسٹ منیر شیخ، مظہر عباس، ڈاکٹر توصیف خان، ضیا اعوان اور میزبان اے کے میمن شریک ہیں (تصویر: جہان پاکستان)

پاکستان میں چپل چرانے والے کو جیل، کروڑوں غبن کرنے والا بچ نکلتا ہے

امیروں اور غریبوں کے لیے قوانین الگ ہیں، یہاں کسی کی بھی آزادی آسانی سے سلب کی جاسکتی ہے

پولیس برائیوں سے مبرا نہیں، ''جہان پاکستان فورم'' سے اسد اقبال، منیر شیخ، مظہر عباس و دیگر کا خطاب

کراچی (رپورٹ: مظہر ہاشمی)

پولیس ہمارے معاشرے کا حصہ ہے، معاشرے میں جو برائیاں ہیں وہ ان سے مبرا نہیں ہوسکتی، پورا معاشرہ ہی کرپشن کا شکار ہے، کراچی کی آبادی 30 لاکھ سے کروڑوں میں چلی گئی مگر پولیس کی تعداد اس حساب سے نہیں بڑھی۔ ان خیالات کا اظہار کونسل ممبر ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان اسد اقبال بٹ نے جہان پاکستان فورم میں گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر ڈی آئی جی ایسٹ منیر احمد شیخ نے کہا کہ پولیس کو آج تک نادرا کے ریکارڈ کی سہولت میسر نہیں، کوئی ملزم پکڑ لیں تو اس کا ریکارڈ ہی نہیں ملتا، پاکستان ان چند ممالک میں سے ہے جن میں کسی کی بھی آزادی سلب کی جاسکتی ہے، کسی کے خلاف ایف آئی آر درج ہو تو 14 دن کے لیے اسے حراست میں لے لیا جاتا ہے، دوسری جانب اگر کوئی شخص کسی کا کریڈٹ کارڈ چرا کر 2 کروڑ روپے کا فراڈ کرے تو اس سے نیب کے ذریعے ڈیل ہوگی اور اگر کوئی مسجد سے دو چپل چرائے تو 7 سال کی سزا ہوگی، یعنی امیروں کے لیے قوانین الگ اور غریبوں کے لیے الگ ہیں، ہمیں قوانین بہتر کرنے کی ضرورت ہے، 1947 کے بعد سے آج تک کوئی ایک ڈاکومنٹس ایسا تیار نہیں کیا گیا، جس میں طے کیا جائے کہ ہم کسی مجرم کو سزا کیوں دینا چاہتے ہیں، اس حوالے سے سول سوسائٹی نے بھی کوئی کام نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ یہاں سزا یافتہ شخص دوبارہ جرم کرتے ہیں، 85 فیصد دوبارہ جرائم کرنا قابل توجہ ہے، ریفارم تو دور کی بات ہے یہاں حالت یہ ہے کہ فنگر پرنٹس چیک کرنے کی مشین گزشتہ 14 ماہ سے خراب ہے، کراچی جیسے بڑے شہر میں بھی ڈی این اے ٹیسٹ کی سہولت نہیں، کسی لڑکی سے ریپ ہوجائے تو ہم گواہ ڈھونڈتے پھرتے ہیں، ہمیں بہتر قوانین اور نظام بنانے کی ضرورت ہے، سینئر صحافی و تجزیہ نگار مظہر عباس نے کہا کہ قانون پر عمل کروانا اور یونیفارم کی قدر کروانا ریاست کی ذمے داری ہوتی ہے، اس بنیادی خرابی کو کسی نے دور کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ سیکیورٹی اداروں کو سیاست کی نذر کردیا گیا، میرٹ کی دھجیاں اڑادی گئیں، یہی وجہ ہے کہ دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لیے وہ پولیس ہی نہیں بنائی جاسکی جس کی ضرورت ہے، ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ شعبہ ابلاغیات اردو یونیورسٹی پروفیسر ڈاکٹر توصیف نے کہا کہ یہاں جس کے پاس پیسہ یا سفارش ہے، وہ بے گناہ ہے، اگر پولیس کسی مجرم کو پکڑ لے تب بھی عوام یہی سمجھتے ہیں کہ پولیس اسے مجرم ثابت کرنے پر تلی ہے، دوسری جانب عوامی اداروں کی اجارہ داری ہونی چاہیے لیکن پاکستان میں بدقسمتی سے عوامی ادارے جہاں ملوث ہوئے اس ادارے کا بیڑا غرق ہوگیا، ممتاز قانون دان ضیا احمد اعوان نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہماری بدقسمتی ہے کہ سندھ اور خاص طور پر کراچی کبھی بھی پولیس کے ہاتھ میں نہیں رہا بلکہ رینجرز کے ہاتھ میں رہا جس پر بہت سرمایہ خرچ ہورہا ہے، جب بھی رینجرز کو ہٹانے کی بات کی جائے، کراچی کے حالات خراب ہوجاتے ہیں، اگر وہ سرمایہ پولیس پر خرچ کردیا جائے تو نظام بہتر ہوجائے گا، دوسری جانب قانون سازی کے لیے کبھی پولیس، تعلیمی اداروں، این جی اوز، صحافی اور کسی شعبے سے منسلک اہل اور قابل افراد سے مشورہ نہیں کیا گیا، اب تیزی سے سائبر کرائم بڑھ رہے ہیں لیکن ہم نے ابھی تک اس کے مقدمات درج کرنے کے لیے کوئی قانون سازی ہی نہیں کی، پارلیمنٹ صحیح کردار ادا کرے تو جرائم کی روک تھام ممکن ہو۔ فورم میں سینئر صحافی قیصر محمود نے بھی شرکت کی، آخر میں میزبان اے کے میمن نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔